شوال المکرم

مولانا محمد خلیل اللہ ربانی

لفظ شوال کا معنی شوال (ش و ل) سے مشتق ہے۔ اس کا لغوی معنی: اٹھنا، ابھرنا، کھڑے ہونا اور بلند ہونا ہے۔ لہٰذا رمضان المبارک کے بعد ماہ شوال کے لانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تنبیہ کی جاتی ہے کہ جو تربیت اور تزکیہ لوگوں نے ماہ رمضان المبارک میں حاصل کیا ہے، اب اس کے مطابق زندگی گذارنے کے لیے اور اس کو اپنا معمول بنانے کے لیے اٹھیں، ابھریں اور اقامتِ دین کے لیے جدوجہد شروع کر دیں۔

اس کے علاوہ ایک توجیہ دہانی یہ بھی ہے کہ لوگ حج کے لیے اٹھیں اور تیار ہو جائیں، اس لیے کہ یہاں سے اشہرِ حج کا آغاز ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ (البقرہ ۲: ۱۹۷)

حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں۔ جو شخص ان مقررہ مہینوں میں حج کی نیت کرے اسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران میں اس سے کوئی شہوانی فعل کوئی بدعملی اور کوئی لڑائی جھگڑا سرزد نہ ہو۔ اور جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کے علم میں ہوگا۔ سفر حج کے لیے زاد راہ ساتھ لے جاؤ اور سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے پس اے ہوشمندو! میری نافرمانی سے بچو۔

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اشہرِ حج سب کو معلوم ہیں، اس لیے کہ زمانہ قدیم سے تا امروز حج کے لیے شوال، ذیقعدہ اور ذوالحج کے بیس دن معروف و مقرر چلے آرہے ہیں۔ کتب احادیث و تفاسیر میں حضرت ابو امامہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اشہر حج کی یہی تفسیر منقول ہے۔

شوال سے اشہرِ حج شروع ہونے کا حاصل یہ ہے کہ اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں۔ بعض فقہاء کرام کے نزدیک قبل شوال حج کا احرام باندھنا بالکلیہ باطل اور کالعدم ہو جاتا ہے۔ اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا۔ جس طرح نماز کے لیے قبل از وقت تکبیر تحریمہ کہنے کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ اسی طرح شوال سے قبل حج کے احرام کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اور فقہاء حنفیہ کے نزدیک قبل شوال حج کا احرام باندھنا مکروہ ہے اور حج کے دیگر اعمال باطل ہیں۔

ماہ شوال کی دو حیثیتیں | پہلی حیثیت یہ ہے کہ وہ ماہ رمضان المبارک کا تتمہ ہے اور دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ اشہرِ حج کا آغاز ہے۔ اس کی پہلی حیثیت کے تین وجوہ ہیں:

اوّل: شوال کی پہلی تاریخ کو رمضان المبارک کی تکمیل پر بطور شکرانہ عید الفطر ادا کی جاتی ہے۔

دوم: حقوقِ رمضان میں بندوں کی طرف سے جو کوتاہیاں واقع ہو جاتی ہیں ان کی تلافی اور تدارک کے لیے شوال کی صبح صادق کو صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔

سوم: شوال کے چھ نفلی روزے ماہ رمضان سے مل کر اجر و ثواب میں صیام الدہر (کم از کم ایک سال) کے برابر ہو جاتے ہیں۔ کما ورد فی الحدیث[1]۔ ان تین وجوہ سے معلوم ہوا کہ یہ مہینہ ماہ رمضان المبارک کے لیے بطور تتمہ ہے۔

ماہ شوال کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ اشہرِ حج کا آغاز ہے۔ اس حیثیت کی بنا پر فقہاء کرام نے چند مسائل متفرع کیے ہیں۔ مثلاً:

ا۔ ماہ شوال سے قبل حج کا احرام باندھنا فقہاء حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے اور حج کا

[1] مسلم عن ابی ایوب الانصاریؓ مشکوٰۃ ص ۱۷۹

کوئی دوسرا عمل کیا تو وہ باطل ہے۔ مثلاً کسی شخص نے ماہ رمضان میں حج کا احرام باندھا اور مکہ معظمہ پہنچ کر طوافِ قدوم (ابتدائی طواف) کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی (طواف) بھی کر لی تو یہ سعی حج کے لیے معتبر نہ ہوگی، اشہرِ حج میں اُس کو دوبارہ سعی کرنی پڑے گی۔

۲۔ اِفراد، تمتع اور قِران حج کی تین قسمیں ہیں۔ آخری دونوں قسموں کے حجاج پر بہرصورت قربانی واجب ہوتی ہے، خواہ وہ مساکین ہی ہوں، لہٰذا تمتع اور قِران کرنے والے حجاج اگر قربانی کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو اس کے عوض ان کو دس روزے رکھنے چاہییں ___ اس طرح کہ تین روزے بحالتِ احرام اشہرِ حج کے اندر (یکم شوال سے نویں ذوالحج تک) رکھیں اور باقی سات روزے حج سے فارغ ہو کر جہاں چاہیں اور جب چاہیں رکھ لیں۔ لیکن اگر کسی شخص نے پہلے تین روزے شوال سے قبل ہی رکھ لیے تو پھر یہ دس روزے قربانی کا بدل نہیں بن سکتے۔ اب اس کو قربانی ہی کرنی پڑے گی۔ جب بھی استطاعت حاصل ہو جائے حرم میں قربانی کر دے۔

نیکی اور بدی کی جزا کا قانون

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں جو یہ ارشاد ہے کہ ماہ شوال کے چھ روزے ماہ رمضان المبارک سے مل کر اجر و ثواب میں صوم الدھر (کم از کم ایک سال) کے روزوں کے برابر ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے (۷: ۱۵۶)۔ اُس نے نیکی اور بدی کا بدلہ دینے کا قانون یہ بنایا ہے کہ:۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔	جو شخص اللہ کے حضور نیکی لے کر آئے گا اُس کے لیے دس گنا اجر ہے۔ اور جو بدی لے کر آئے گا اُس کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا اُس نے قصور کیا ہے اور اُن میں سے کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(الانعام ۶: ۱۶۰)

یہ تو نیکی اور بدی کی جزا کا عام قانون ہے اور مالی صدقات کا اجر اس سے بھی زیادہ دیا جاتا ہے، اس لیے کہ حسناتِ قولیہ اور فعلیہ کی نسبت مال کا خرچ کرنا زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ مال کی محبت شدید ہوتی ہے (اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ) اس لیے اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کا اجر کم از کم سات سو گنا تک بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا۔ اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔ اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے افزونی عطا فرماتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔

(البقرہ ۲: ۲۶۱)

اس آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے عمل کو چاہتا ہے افزونی عطا فرماتا ہے یعنی اُس کو سات سو گنا سے بھی زیادہ اجر دیتا ہے۔ یہ اہلِ انفاق کے تقویٰ، اخلاص اور حالات کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ،

"جس شخص نے اپنے حلال اور طیب کسب سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے اجر کو بڑھاتا رہتا ہے جس طرح تم گھوڑے کے بچے کو پالتے اور بڑھاتے ہو۔ یہاں تک کہ وہ اجر پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے"[۱]

کسی پہاڑ کے اجزاء کھجور کے برابر نکالے جائیں تو وہ سات سو سے کئی گنا زیادہ اور بے شمار ہوں۔ اسی طرح بعض اشخاص کے اخلاص اور حالات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ اُن کا اجر لاکھوں گنا بڑھا دیتا ہے۔ واللہ واسع علیم۔

جزاء البشر طبق لقاء الےعمل سورہ انعام کی مذکورہ آیت (۱۶۰) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

[۱] رواہ الشیخان عن ابی ہریرہؓ۔ مشکوٰۃ۔ ص ۱۶۷۔

جو شخص اللہ کے حضور نیکی یا بدی لے کر آئے گا اُس کو یہ جزا دی جائے گی۔ یوں نہیں فرمایا کہ جس نے نیکی یا بدی کا ارتکاب کیا ہو اُس کو یہ جزا دی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر عمل کی اُخروی جزاء تب ملے گی جب کہ وہ عمل خدا تعالیٰ کی ملاقات تک باقی اور محفوظ ہے۔ اگر اس مدت سے قبل ہی کسی کا گناہ معاف ہو گیا، یا کسی کی نیکی ضائع اور باطل ہو گئی تو پھر مذکورہ جزا بھی مرتب نہیں ہو گی۔

واضح ہو کہ کفر، شرک، ارتداد اور ایذاءِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چار گناہ ایسے ہیں کہ اُن سے تمام نیکیاں حبط (ضائع) ہو جاتی ہیں۔ احسان جتانے سے احسان کا اجر ضائع ہو جاتا ہے اور مسجد میں دُنیاوی باتیں کرنے سے عباداتِ نافلہ کا اجر ضائع ہو جاتا ہے وغیر ذالک اسی طرح بہت سی نیکیاں گناہوں کو دھوڈالتی ہیں۔ (اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۱۱:۱۱۴)

وحی کے تعلیمی سال کا آغاز قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں شروع ہوا۔ مسند امام احمدؒ کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کتبِ سابقہ کا نزول بھی رمضان المبارک میں ہوا تھا۔ لہٰذا رمضان المبارک وحی الٰہی کے اخذ اور قبول کا مہینہ تھا۔ اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ رمضان کے بعد متصل ہی اس وحی الٰہی کے ضبط، حفظ، تعلیم و تدریس اور تبلیغ و اشاعت کا کام شروع ہو جائے لہٰذا ماہ شوال وحی الٰہی کے تعلیمی سال کا آغاز بھی ہے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ عالمِ اسلام کے اکثر دینی مدارس کا تعلیمی سال ماہ شوال سے شروع ہوتا ہے اور پندرہ شعبان پر ختم ہو جاتا ہے۔ پھر رمضان المبارک میں قرآن مجید کا اخذ اور سماع ہوتا ہے۔

لہٰذا ماہ شوال کی آمد یہ دعوت دیتی ہے کہ ہم کتاب اللہ کے حقوق اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اُٹھیں اور اس تربیت کو ضائع نہ ہونے دیں جو ماہ رمضان المبارک میں حاصل ہوئی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔